تیسرا خطبہ

شہادت کی فضیلت واقسام

شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد وثناء کے بعد ارشاد فرمایا کہ: بے شک سب سے سچا کلام اللہ کی کتاب ہے۔ سب سے مضبوط کڑا التقویٰ ہے' سب سے بہتر ملت حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملت ہے' سب سے بہتر طریقہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہے' سب سے اشرف کلام اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے' سب سے بہتر قصہ یہ قرآن ہے' تمام کاموں میں سب سے بہتر وہ ہے جس کو عزیمت سے ادا کیا جائے اور بدترین کام وہ ہیں جو نئے نئے ایجاد کیے جائیں' سب سے بہتر طور طریقہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا طور طریقہ ہے' سب سے اشرف موت شہداء کی شہادت اور ان کا قتل ہے۔'' (حیاۃ الصحابہ)

اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ شہید کا قتل ہونا سب سے اشرف موت ہے۔ اشرف کے معنی سب سے زیادہ بزرگی والی' سب سے زیادہ لائق عظمت۔

قرآن کریم نے حضرات شہداء کا تیسرا درجہ بیان فرمایا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ (النساء: ۶۹)

ترجمہ: ''اور جس نے کہا مان لیا اللہ کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو یہ لوگ ہوں گے نبیوں کے ساتھ اور صدیقین کے ساتھ اور شہداء کے ساتھ اور اعلیٰ درجہ کے نیک لوگوں کے ساتھ اور بہت ہی عمدہ ہیں یہ سب حضرات رفیق ہونے کے اعتبار سے (ان سے زیادہ عمدہ رفیق کس کو میسر آسکتے ہیں؟)۔''

قرآن کریم نے پہلا درجہ اللہ کے نبیوں کا بیان فرمایا۔ دوسرا صدیقین کا' تیسرا شہداء کا اور چوتھا صالحین کا یعنی اعلیٰ درجہ کے نیک لوگوں کا جن کو ہم اولیاء اللہ کہتے ہیں۔ ہم جیسے گنہگار مسلمان جو اللہ

تعالیٰ کی اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں اور اطاعت کی کوشش کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو خوشخبری دے رہے ہیں کہ قیامت کے دن ان کا حشر نبیوں، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوگا اور یہ بہت اچھے ساتھی ہیں۔ "ذٰلِکَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ" یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نصیب فرمادے۔ (اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمادے۔ آمین)

تو بہرحال شہیدوں کا مرتبہ اللہ نے تیسرے نمبر پر فرمایا ہے۔ انبیاء اور صدیقین کے بعد پھر شہداء کا درجہ ہے اس لیے کہ سب سے اشرف واعلیٰ موت تو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہے اور دوسرے نمبر پر اشرف واعلیٰ موت صدیقین کی ہے۔ صدیقین حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ملحق ہوتے ہیں۔ یعنی اپنے اوصاف اور اپنے کمالات کے اعتبار سے یہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مشابہ ہوتے ہیں لیکن ان کے پاس نبوت نہیں ہوتی۔ ان کے بعد پھر جتنے اُمتی ہیں ان سب میں سے سب سے زیادہ شریف تر موت حضرات شہداء کی ہے۔

شہید کسے کہتے ہیں؟

چند باتیں یہاں سمجھ لینی چاہئیں۔ ا...... شہید کس کو کہا جاتا ہے؟

اصل شہید تو آپ کو معلوم ہے کہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے کافروں کے ہاتھ سے قتل ہوجائے۔ میدان جہاد میں کافروں کے ہاتھ سے جو مسلمان قتل ہوجائے تو وہ شہید ہے۔

الف:...... حضرات فقہاء کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص میدان جہاد میں مقتول پایا گیا اور اس کے بدن پر زخم کا نشان تھا لیکن ہمیں معلوم نہیں کہ اس کو کسی کافر نے قتل کیا ہے تو وہ بھی شہید کہلائے گا۔

ب: اسی طرح میدان جہاد سے کسی شخص کو زخمی ہونے کی حالت میں زندہ اُٹھالیا گیا ہو لیکن دوا دارو کی، مرہم پٹی کی، کھانے پینے کی نوبت نہیں آئی تھی کہ اس نے دم توڑ دیا تو وہ بھی شہید ہے۔

ج: اسی طرح جس شخص کو ڈاکوؤں نے قتل کردیا یا ڈاکوؤں سے مقابلہ کرتے ہوئے وہ مارا گیا یا باغیوں سے مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا تو وہ بھی شہید ہے۔

د: اسی طرح جس شخص کو کسی مسلمان نے بغیر کسی وجہ کے ظلماً قتل کردیا ہو تو وہ بھی شہید ہے۔

یہ شہداء کی پانچ قسمیں ہوئیں جو دنیا کے احکام کے اعتبار سے بھی شہید ہیں اور آخرت کے اعتبار سے بھی شہید ہیں۔ گویا: ۱- جو شخص کسی کافر کے ہاتھ سے قتل ہوا۔

۲- جو شخص میدان جہاد میں مرا ہوا پایا گیا اور اس پر زخم کا نشان تھا۔ غالب یہی ہے کہ کسی

کافر نے اس کو قتل کیا ہوگا یا کافر کے زخم لگانے سے قتل ہوا ہوگا۔

۳- جو شخص زخمی حالت میں میدان جہاد سے لایا گیا اور ابھی تک کھانے پینے کی یا مرہم پٹی کی نوبت نہیں آئی تھی کہ اس کا پیمانہ حیات لبریز ہو گیا۔

۴- جس شخص کو ڈاکوؤں یا باغیوں نے قتل کر دیا۔ ۵- جس شخص کو کسی مسلمان نے ظلماً قتل کر دیا۔

یہ پانچ قسم کے افراد فقہی اعتبار سے شہید کہلاتے ہیں۔

شہید کے احکام

شہید کا حکم یہ ہے کہ شہید کو انہی کپڑوں میں بغیر غسل کے دفن کیا جاتا ہے' اس کو کفن نہیں پہنایا جاتا اور اس کے بدن کے کپڑے نہیں اُتارے جاتے' البتہ کوئی زائد کپڑے ہوں جیسا کہ سردیوں کے موسم میں پوستین وغیرہ پہن لیتے ہیں' جیسے صدری وغیرہ پہن لیتے ہیں یا کوئی اور بھاری کپڑا پہن لیتے ہیں' ایسا کپڑا اگر کوئی پہنا ہوا ہو تو اس کو اُتار دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر اوپر چادر دینے کی ضرورت ہو تو وہ بھی دے دی جائے گی لیکن معروف طریقے سے جیسا کہ کفن کے تین کپڑے ہوتے ہیں وہ کفن شہید کو نہیں دیا جاتا۔ اب اس کے وجود کو ڈھانکنے کے لیے اوپر ایک چادر ڈال دیں گے۔ شہید کے اپنے کپڑے اس کا کفن ہیں حالانکہ میت کو سلے ہوئے کپڑے تو نہیں پہنائے جاتے لیکن شہید کے لیے اس کے سلے ہوئے کپڑے اس کا کفن ہیں۔

حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ:

''ان کو ان کے زخموں سمیت اور ان کے کپڑوں سمیت دفن کیا جائے۔'' (مشکوٰۃ)

ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ: ''جو شخص اللہ کے راستے میں شہید ہوا وہ قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں اس طرح حاضر ہوگا کہ اس کے بدن سے جہاں زخم آیا تھا' خون کا فوارہ پھوٹ رہا ہوگا' رنگ تو خون کا ہوگا لیکن خوشبو کستوری کی ہوگی۔'' (مشکوٰۃ ص: ۳۳۰)

شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے

لیکن شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تو فرماتے ہیں کہ اس کا جنازہ بھی نہیں ہے۔ ویسے ہی دفن کر دو' تمہاری شفاعت کی اب اس کو ضرورت نہیں رہی ہے کیونکہ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ

''تلوار گناہوں کو مٹانے والی ہے۔'' (کنز العمال)

کافر کی تلوار نے ہی اس کی شفاعت کردی اور وہ بخشا گیا۔ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

"شہید کے خون کا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ اس کی بخشش فرمادیتے ہیں۔"

قبر میں اس سے حساب و کتاب نہیں ہوتا۔ جیسا عام مردوں سے سوال و جواب ہوتا ہے اس سے نہیں ہوتا۔ لیکن ہمارے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شہید کا جنازہ ہے (اس پر طویل گفتگو ہے اس علمی بحث کو یہاں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں) کہنے کا مدعا یہ ہے کہ شہید کا یہ حکم ہے شہید کی موت اتنی قیمتی ہے کہ جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشرف موت فرمارہے ہیں۔

شہادت کی موت کا درجہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی تھی اور شہداء آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتوں کی خاک ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے سردار ہیں، اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

لَوَدِدْتُ اَنْ اُقْتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ اُحْیٰ ثُمَّ اُقْتَلُ، ثُمَّ اُحْیٰ ثُمَّ اُقْتَلُ، ثُمَّ اُحْیٰ ثُمَّ اُقْتَلُo (مشکوۃ ص: ۳۲۹)

"میرا جی چاہتا ہے کہ میں اللہ کے راستے میں قتل ہوجاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل ہوجاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل ہوجاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں۔ (یہ سلسلہ چلتا ہی رہے)۔"

ذرا اندازہ فرمالیں! جس موت کی تمنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں وہ موت کتنی اشرف اور کتنی قیمتی ہوگی؟ صحیح احادیث میں حضرات شہداء کے بہت فضائل وارد ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شہادت کی موت نصیب فرمائے۔ آمین

شہید جنت الفردوس میں

ایک روایت میں ہے کہ: "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حارثہ بن سراقہ کی ماں اُم ربیعہ بنت براء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور کہنے لگیں کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرا لڑکا سراقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بدر میں شہید ہوگیا ہے اگر تو اس کی بخشش ہوگئی ہے اور وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں ورنہ میں اس پر رنج و غم اور صدمہ کا اظہار کروں اور اپنا حق ادا کروں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حارثہ کی ماں! جنت ایک نہیں بہت ساری جنتیں ہیں (اوپر نیچے سو جنتیں ہیں اور ہر جنت سے دوسری جنت کا فاصلہ اتنا

ہے جتنا آسمان وزمین کا فاصلہ ہے، سوجنتیں اوپر نیچے اتنی ہیں اور سب سے اوپر جو جنت ہے وہ جنت الفردوس ہے) اور تیرا بیٹا سب سے اوپر کی جنت جنت الفردوس میں ہے۔" (مشکوٰۃ)

شہید زندہ ہیں

قرآن کریم میں ارشاد ہے: وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَاءٌ وَّلٰکِنْ لَّاتَشْعُرُوْنَ o (البقرۃ: ۱۵۴)

ترجمہ: "اور جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جاتے ہیں ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں مگر اس کی زندگی کا تم شعور نہیں رکھتے۔ (اس کی زندگی تمہارے حواس سے بالاتر چیز ہے)۔"

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا: بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ o (آل عمران: ۱۶۹)

ترجمہ: "بلکہ وہ زندہ ہیں اور ان کے رب کے پاس ان کو رزق دیا جاتا ہے۔"

صحیح بخاری کے حوالے سے مشکوٰۃ میں حدیث ہے کہ:

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کے عرش اعظم کے ساتھ قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں اور وہ شہداء کا مستقر ہیں، وہ شہداء کے رہنے کی جگہ ہے اور سبز پرندوں کی شکل میں اللہ تعالیٰ ان کو سواریاں عطا فرماتے ہیں اور ان کی روحیں ان سبز پرندوں میں جنت کے اندر پرواز کرتی ہیں اور جہاں چاہتی ہیں کھاتی پیتی ہیں۔" (مشکوٰۃ)

یہ قیامت سے پہلے کا قصہ ہے۔ قیامت کے دن انکے ساتھ جو معاملہ ہوگا وہ تو سبحان اللہ! کیا بات ہے!

نذرانہ حیات

لوگ بارگاہ عالی میں مختلف نذرانے پیش کیا کرتے ہیں۔ شہید اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے اس نذرانہ کو قبول فرمالیتے ہیں۔

مرنا تو سب کو ہے

باقی مرنے کو تو بالآخر سب ہی مریں گے، جئے گا کون؟ کوئی مرنا چاہے اس کو بھی موت آئے گی اور کوئی مرنا نہ چاہے تب بھی اس کو موت آئے گی۔

ایک حدیث شریف میں فرمایا کہ: "نیک آدمی کے پاس جب ملک الموت آتا ہے تو فرشتہ اس کو خطاب کرکے کہتا ہے کہ اے پاک روح! پاک جسم میں رہنے والی! اپنے رب کی مغفرت اور رحمت ورضوان کی طرف نکل، جو تجھ پر غضبناک نہیں۔ (جب وہ آدمی اپنے رب کا نام سنتا ہے تو اس وقت اس کی روح کو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا اتنا اشتیاق ہو جاتا ہے کہ وہ روح

بے چین ہوجاتی ہے جیسا کہ پنجرہ میں پرندہ، پنجرہ توڑ کر نکلنے کے لیے مشتاق ہوتا ہے۔اس مؤمن آدمی کی روح اتنی بے چین ہوجاتی ہے، اتنے میں ملک الموت اس کی روح قبض کر لیتے ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اتنی سہولت کے ساتھ اور آسانی کے ساتھ روح نکل جاتی ہے جیسے مشکیزہ کے منہ سے قطرہ ٹپک جاتا ہے اور دوسرے قسم کے آدمی کے پاس ملک الموت آتا ہے تو کہتا ہے کہ اے گندی روح! جو گندے جسم میں تھی، نکل اپنے رب کے غضب کی طرف اور اس کے عذاب کی طرف (نعوذ باللہ! اللہ کی پناہ)۔'' (مشکوٰۃ)

روح تو پہلے ہی بدن میں سرایت کی ہوتی ہے لیکن وہ بالوں تک میں سرایت کر جاتی ہے تاکہ وہ نہ نکلے اور وہ فرشتہ پھر اس کو کھینچتا ہے اور فرمایا کہ بالکل ایسی مثال ہوجاتی ہے کہ دُھنی ہوئی روئی کے اندر گرم یا بھیگی ہوئی سلائی ماری جائے اور پھر اس کو کھینچا جائے، بدن اور روح کا رشتہ چھڑانے کے لیے اس کی یہ کیفیت ہوتی ہے۔

تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ کوئی اس دنیا سے جانا چاہیے، روح اس کی بھی نکلتی ہے اور جو نہ جانا چاہیے روح اس کی بھی نکلتی ہے لیکن شہید اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر بارگاہِ الٰہی میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتا ہے۔حق تعالیٰ شانہ اس کی قدر افزائی فرماتے ہیں، اس کو قبول فرماتے ہیں، اس لیے فرمایا کہ شہید کی موت اشرف موت ہے۔

یہاں پر یہ ذکر کردینا بھی ضروری ہے کہ شہید تین قسم کے ہوتے ہیں:

دنیا وآخرت کے اعتبار سے شہید

۱......ایک تو وہ جو دنیا وآخرت دونوں کے اعتبار سے شہید ہیں۔

آخرت کے اعتبار سے شہید

۲......اور ایک وہ جو دنیاوی اعتبار سے شہید نہیں لیکن آخرت میں اس کا نام بھی شہیدوں کی فہرست میں لکھا جاتا ہے۔ایک حدیث میں آتا ہے کہ:

ترجمہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: تم شہید کس کو سمجھتے ہو؟ (جو جواب دیا جاسکتا تھا وہی دیا گیا کہ) یارسول اللہ! جو اللہ کے راستے میں قتل ہوجائے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پھر تو میری اُمت کے شہید بہت تھوڑے رہ جائیں گے۔اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو اللہ کے راستے میں قتل کیا جائے وہ شہید ہے

اور جو اللہ کے راستہ میں مر جائے وہ بھی شہید ہے اور جو طاعون کی بیماری سے مر جائے وہ بھی شہید ہے اور جو پیٹ کی بیماری سے مرے وہ بھی شہید ہے۔'' (مشکوٰۃ)

اسی طرح کوئی دریا میں ڈوب کر مر گیا وہ بھی شہید' کسی پر دیوار گر گئی یا کسی حادثہ میں مر گیا وہ بھی شہید ہے' عورت زچگی کی حالت میں مر گئی وہ بھی شہید ہے' بچہ جنتے ہوئے مر گئی وہ بھی شہید۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شہیدوں کی بہت سی قسمیں بیان فرمائی ہیں جن کو معنوی شہید کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ دنیا کے احکام کے اعتبار سے شہید نہیں ہوتے' ان کو غسل دیا جائے گا ان کو کفن پہنایا جائے گا' ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی' یہ لوگ دنیا کے اعتبار سے شہید نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی فہرست میں ان کا نام بھی شہیدوں میں لکھا جائے گا۔

دنیا والوں کے اعتبار سے شہید

۳...... تیسری قسم شہیدوں کی وہ ہے جن کو ہم اور آپ شہید کہتے ہیں مگر اللہ کی فہرست میں ان کا نام شہیدوں میں نہیں ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک) وجہ یہ تھی کہ اندر ایمان صحیح نہیں تھا' جان کا نذرانہ اللہ کو راضی کرنے کے لیے پیش نہیں کیا گیا بلکہ قومی عصبیت کی بناء پر قتل کیا گیا یا اپنی جواں مردی اور شجاعت کے جوہر دکھلانے کے لیے مرا' بہادر کہلوانے کے لیے مرا' بھائی! ان کے دلوں کو تو ہم نہیں جانتے کہ کس کی نیت کیا ہے؟ ہم تو اس کے ساتھ معاملہ شہیدوں کا ہی کریں گے مگر اللہ تعالیٰ دلوں کی کیفیت کو خوب جانتے ہیں' وہ صرف ظاہری عمل کو نہیں دیکھتے' یہ لوگ جوریا کاری کے لیے یا دکھلاوے کے لیے یا کسی اور غرض اور مقصد کے لیے قتل ہوئے' چاہے میدان جہاد میں ہی قتل کیوں نہ ہوئے ہوں' یہ لوگ اللہ کی فہرست میں شہید نہیں ہیں' دنیاوی اور اپنے علم کے اعتبار سے ہم لوگ ان کو شہید ہی کہیں گے۔ باقی راہ حق میں شہادت کی تمنا ہر مؤمن کو رکھنی چاہیے' اللہ تعالیٰ شہادت کی موت نصیب فرمائے اور اللہ تعالیٰ شہیدوں میں اُٹھائے۔ (آمین)

شہادت کی موت کی دعا

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعا فرماتے ہیں: یا اللہ! شہادت کی موت نصیب فرما اور اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں موت نصیب فرما۔ پھر فرماتے ہیں کہ عمر دو باتیں اکٹھی کیسے ہوں گی؟ شہادت کی موت بھی مانگتے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں بھی مانگتے ہو؟ جہاد تو باہر ہوتا ہے' مدینہ میں بیٹھ کر کیسے شہادت مل جائے گی؟ خود ہی سوال کرتے تھے اور خود ہی

فرماتے تھے کہ اگر اللہ چاہے تو دونوں کو جمع کر سکتے ہیں اور واقعی اللہ تعالیٰ نے دونوں کو جمع کر کے دکھلا دیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی۔

حصول شہادت کا وظیفہ

ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو شخص روزانہ پچیس مرتبہ یہ پڑھا کرے:

اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لِیْ فِی الْمَوْتِ وَفِیْ مَابَعْدَ الْمَوْتِo (الاتحاف ج:۱۰ ص:۲۲۷)

ترجمہ: ”یا اللہ! برکت فرما میرے لیے موت میں اور موت کے بعد کی زندگی میں۔“

اللہ پاک اس کو شہادت کی موت نصیب فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ اس کا نام شہیدوں کی فہرست میں درج فرمادیں گے۔ خواہ اس کی موت بستر پر ہی کیوں نہ آئے، یہ تو کچھ مشکل نہیں بشرطیکہ تمنا کرو، مانگو اور اگر تمنا ہی نہ ہو تو پھر کیسے ہوگا؟

حدیث ہے کہ: مَنْ مَّاتَ وَلَمْ یَغْزُ وَلَمْ یُحَدِّثْ بِهٖ نَفْسَهٗ مَاتَ عَلٰی شُعْبَةٍ مِنَ انِفَاقٍo (مشکوٰۃ ص: ۳۳۱)

ترجمہ: ”جس نے جہاد میں حصہ نہیں لیا اور کبھی اس کے دل میں خیال بھی پیدا نہ ہوا تو وہ آدمی نفاق کی موت مرا۔“

جہاد کی تمنا کرو

جہاد کی تمنا تو کرو ناں! فی سبیل اللہ کی تمنا کرو اور اللہ سے مانگو، کیا بعید ہے کہ اللہ پاک اپنی رحمت سے ہم گنہگاروں کو بھی شہادت کی موت نصیب فرمادیں۔

حج نہ کرنے کی وعید

اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ فرمایا کہ:

”جو شخص اس حال میں مرا کہ حج سے کوئی چیز اس کے لیے مانع نہیں تھی، نہ بیمار تھا اور نہ کسی ظالم بادشاہ نے اسے روکا تھا، پھر بھی بغیر حج کیے مرگیا تو وہ چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے (اللہ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں)۔“ (مشکوٰۃ)

حج کی تمنا بھی نہ ہوئی اور جو شخص مرگیا باوجود قدرت کے حج نہ کیا، مال تھا امریکہ اور فرانس کی سیریں ہوتی تھیں اور دوسری لغویات میں پیسہ ضائع ہوتا تھا لیکن حج نہیں کیا اور حج کرنے کا کیا

معنی؟ اس کو تو تمنا بھی، تڑپ بھی پیدا نہیں ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اس کو اختیار ہے کہ چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے۔ (نعوذ باللہ! ثم نعوذ باللہ!)

نیک کام کی تمنا تو کرو

بھائی! نیک کام کرو، اگر نہیں کر سکتے تو نیک کام کی تمنا تو کرو، یہ کیا بات ہوئی کہ کام بھی نہ کرو اور کام کی تمنا بھی نہ رکھو، نیک کام کرو، نہیں کر سکتے تو کم از کم اس کی آرزو تو کرو، اللہ سے دعا تو کرو، دعا تو کر سکتے ہو کہ یا اللہ! مجھے بھی عطا فرما، مجھے بھی نصیب فرما۔

بُرے کام سے بچو، نہیں تو بُرا سمجھو

برے کام سے بچو اور اگر بچ نہیں سکتے تو برے کام کو برا تو سمجھو اور اللہ تعالیٰ سے معافی بھی مانگو کہ یا اللہ! مبتلا ہوں معاف کر دے، اتنا تو کم از کم کرو، دیکھو کتنا سستا نسخہ میں نے بتلا دیا۔

بدترین اندھا پن

اس کے بعد ارشاد ہے کہ "وَاَعْمَى الْعَمٰى اَلضَّلَالَةُ بَعْدَ الْهُدٰى"

(یعنی سب سے بدتر اندھا پن یہ ہے کہ آدمی ہدایت کے بعد گمراہ ہو جائے۔)

آدمی کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری آنکھیں دی ہیں اور ان آنکھوں سے نظر آتا ہے، اگر خدانخواستہ ان آنکھوں کی بینائی جاتی رہے تو اس کو ہم کہتے ہیں اندھا پن، بینائی جاتی رہی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دل میں بھی آنکھیں دی ہوئی ہیں یہ تمہاری ظاہری آنکھیں سیاہ وسفید کو دیکھتی ہیں اور دل کی آنکھیں اللہ تعالیٰ نے صحیح اور غلط کو دیکھنے کے لیے دی ہیں۔ ظاہری آنکھوں کو اور ان کی بینائی کو عربی زبان میں "بصارت" کہا جاتا ہے اور دل کی آنکھوں کو اور اس کی بینائی کو عربی زبان میں "بصیرت" کہا جاتا ہے اور اسی قوت بصیرت سے آدمی حق اور باطل کو پہچانتا ہے اور اسی بصیرت سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شناخت ہوتی ہے۔ اسی بصیرت کی بناء پر اللہ تعالیٰ ایمان کی توفیق عطا فرماتے ہیں اور اسی بصیرت کی بناء پر اس معرکہ کون وفساد میں حق اور باطل کی پہچان ہوتی ہے۔

بصیرت کی آنکھیں کھولو

بہت سے لوگ مجھے خط لکھ کر پوچھتے ہیں کہ اتنے فرقے ہیں، کوئی کچھ کہتا ہے، کوئی کچھ کہتا

ہے، تمہیں تو یہ فرقے نظر آتے ہوں گے، مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ جتنے آدمی ہیں، اتنے ہی فرقے ہیں۔ مجھ سے پوچھو تو میرا اپنا فرقہ ہے، تمہارا اپنا فرقہ ہے، ہر ایک کے نظریات اپنے اپنے ہیں، لوگ پوچھتے ہیں کہ اتنے فرقے ہیں اب ہم کس کو صحیح سمجھیں اور کس کو غلط سمجھیں؟ لیکن کبھی آپ نے خط لکھ کر مجھ سے یہ نہیں پوچھا کہ میری آنکھیں موجود ہیں، دنیا میں بہت سے رنگ ہیں، اب ہم کس کو سفید سمجھیں اور کس کو سیاہ سمجھیں؟ کس کو پیلا سمجھیں اور کس کو سرخ سمجھیں؟ کبھی آپ نے یہ نہیں پوچھا اس دیوار کا رنگ سفید ہے یا سیاہ ہے؟ آنکھیں کھولو! اگر پھوٹی ہوئی نہیں ہیں تو نظر آجائے گا۔

دل کی آنکھوں سے حق وباطل نظر آئے گا

میں کہتا ہوں اور دعویٰ سے کہتا ہوں اگر اللہ تعالیٰ نے بصیرت ماؤف نہیں کر دی، دل کی آنکھیں پھوٹ نہیں گئیں، تو جاؤ جا کر ہر ایک کے پاس بیٹھو، تمہیں حق وباطل خود نظر آجائے گا۔ ہر ایک فرقہ کے جو مقتداء ہیں جو ان کے اصول ہیں ان کو دیکھو، پرکھو، جانچو، تمہیں خود نظر آجائے گا، دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی، سیاہ کا سیاہ اور سفید کا سفید۔ تمہیں پوچھنے کی ضرورت نہیں ہوگی لیکن اب اگر کوئی شخص اس بصیرت کو استعمال ہی نہ کرے تو پھر اس کا کیا علاج کرو گے؟

عاقل بالغ کافر معذور نہیں

بہت سے لوگ یہ سوال پوچھا کرتے ہیں اور یہ بہت سے لوگوں کے ذہن کا کانٹا بنا ہوا ہے کہ جو لوگ یہودیوں کے گھر پیدا ہوتے ہیں، نصرانیوں کے گھر پیدا ہوتے ہیں، مجوسیوں کے گھر پیدا ہوتے ہیں، تو جیسا ماں باپ کا طریقہ تھا ویسا انہوں نے اختیار کر لیا، اب ان کا کیا قصور؟ جہاں تک نابالغوں کا تعلق ہے کہ ان کو عقل نہیں تھی، میں بھی مانتا ہوں کہ ان کا کوئی قصور نہیں، میں مانتا ہوں کہ نابالغ تھے، نابالغی کی حالت میں ان کا انتقال ہو گیا، ماں باپ کے طریقہ پر عمل کرتے تھے ان کا کوئی قصور نہیں اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے محاسبہ نہیں فرمائیں گے۔

لیکن جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے عقل عطا فرما دی، عاقل، بالغ ہو گئے، وہ دنیا کے سارے کاموں کو سمجھتے ہیں، اس بات کو نہیں سمجھتے ہیں کہ ہمارا خالق کون ہے؟ مالک کون ہے؟ انہوں نے کیوں اپنی بصیرت کو استعمال نہیں کیا اور کیوں دل کا اندھا پن قبول کیا؟ باپ دادے کی تقلید کی بھی ایک حد ہے آدمی ہر چیز میں باپ دادا کی تقلید نہیں کرتا بلکہ کچھ چیزیں خود سوچتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے ذریعے ہدایت کا راستہ کھول دیا ہے اور خود انسان کے دل کے اندر بھی شمع روشن کر دی ہے، جس کو

''بصیرت'' کہتے ہیں۔قرآن کریم میں ہے:''فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا'' (الشمس:۸) (اللہ تعالیٰ نے بندے کے دل میں بدکاری کو بھی اور تقویٰ کو بھی الہام کردیا) انہوں نے اپنی بصیرت کو کیوں استعمال نہیں کیا؟ اب اگر کوئی آدمی آنکھیں بند کرلیتا ہے یا خود اپنی آنکھیں پھوڑ لیتا ہے تو وہ خود قصوروار اور مجرم ہے۔اسی طرح اگر دل کی بصیرت' دل کی آنکھیں کوئی شخص استعمال نہیں کرتا' اندھا پن اختیار کرتا ہے تو وہ بھی مجرم ہے اور اس کو کہتے ہیں اندھا پن۔قرآن کریم میں ہے:

فَاِنَّهَا لَاتَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِىْ فِى الصُّدُوْرِ ۝ (الحج:۴۶)

''کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں کے اندر ہیں۔''

یہ دل کے اندھے ہیں' کچھ لوگ آنکھوں کے اندھے ہوتے ہیں' یہ تو ہوا اندھا پن۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:''اَعْمَى الْعَمٰى اَلضَّلَالَةُ بَعْدَ الْهُدٰى'' (یعنی سب سے بدتر اندھا پن یہ ہے کہ ہدایت کے بعد آدمی گمراہ ہو)

ہدایت کے بعد گمراہی کی دو قسمیں

ہدایت کے بعد گمراہ ہو' اس کی دو صورتیں ہیں:

۱......پہلی صورت یہ ہے کہ مسلمان ہوگیا تھا پھر مرتد ہوگیا۔(نعوذ باللہ! ثم نعوذ باللہ! اللہ اپنی پناہ میں رکھے) مسلمان تھا پھر مرزائی بن گیا' عیسائی بن گیا (نعوذ باللہ! ثم نعوذ باللہ! استغفر اللہ!) تو یہ تو سب سے بدتر اندھا پن ہے کہ آنکھیں ہونے کے باوجود اس نے خود پھوڑ دیں۔

۲......اور دوسری شکل یہ ہے کہ ہدایت اس کے سامنے بالکل کھل گئی تھی۔جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا:''قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ'' (یعنی ہدایت اور گمراہی دونوں بالکل الگ الگ واضح ہوچکیں) قرآن کریم کے بیانات سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے حق اور باطل' ہدایت اور گمراہی' اس طرح بالکل کھل گئے ہیں۔واقعتاً اس طرح کھل گئے ہیں جس طرح کہ دن کی دوپہر میں سیاہی اور سفیدی کھل جاتی ہے۔ہدایت کا دن چڑھ گیا اور اللہ تعالیٰ نے ہدایت بالکل کھول دی' ہر شخص جو دیکھنا چاہے دیکھ سکتا ہے' اب اگر اندھیرا ہوتا اور نظر نہ آتا تو پھر آدمی کسی حد تک معذور تھا۔اندھیرے میں اس طرح ٹٹولتے ہوئے لاٹھی کی جگہ سانپ ہاتھ میں آگیا تو معذور ہے اس لیے کہ بے چارے کی بینائی ہی نہیں لیکن دن چڑھا ہوا ہے' آنکھیں روشن ہیں' پھر لاٹھی کی جگہ سانپ پر ہاتھ ڈالتا ہے تو یہ معذور نہیں ہے۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتاب نبوت طلوع ہوجانے کے بعد اور قرآن

کریم کی ہدایت کے آشکارا ہو جانے کے بعد بھی جو شخص اندھا رہتا ہے تو پھر اس سے بدتر کوئی گمراہ نہیں۔ قرآن کریم میں فرمایا کہ "فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَہٗ یُؤْمِنُوْنَ" (یعنی اب اس قرآن کریم کے بعد پھر کس کلام پاک پر ایمان لائیں گے؟) آخران کے ایمان لانے کے لیے کیا تدبیر اختیار کی جائے وہ تو بتاؤ؟ قرآن جیسی کتاب ہدایت' ان کی ہدایت کے لیے کافی نہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا رسول اور ہادی ان کو راستہ نہیں دکھا سکتا تو اب بتاؤ کہ ان کو راستہ دکھلانے کے لیے اور ان کو ہدایت دینے کے لیے کس کو بھیجیں؟ یہ ہے **اعمی العمٰی** سب سے بدتر نابیناپن اور سب سے زیادہ اندھاپن' اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔

اندھے پن کی دو صورتیں

اللہ تعالیٰ دل کے اندھے پن سے محفوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ بصیرت عطا فرمائے۔

اس لیے فرماتے ہیں: **اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلاً وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ o**

ترجمہ: "یا اللہ! ہم کو حق کا حق ہونا دکھلا دیجیے اور واضح کر دیجیے (کہ یہ حق ہے) اور ہمیں اس کی پیروی کی بھی توفیق عطا فرمائیے اور ہمارے سامنے باطل کا باطل ہونا آنکھوں سے دکھلا دیجیے اور ہمیں اس سے بچنے کی بھی توفیق عطا فرمائیے۔"

یہ دو درجے ہوا کرتے ہیں ایک یہ کہ آدمی حق و باطل کے درمیان امتیاز نہ کر سکے' یہ بھی اندھاپن ہے اور دوسرا یہ کہ حق و باطل کے درمیان امتیاز کرتا ہے لیکن اپنی نفسانی خواہش کی بناء پر حق کو قبول نہیں کرتا' باطل کی پیروی کرتا ہے یہ بھی اندھاپن ہے' اس سے بھی اللہ کی پناہ۔

یہودیوں کے بارے میں قرآن کریم میں ہے کہ:

"اَلَّذِیْنَ یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَائَھُمْ" (البقرہ)

"یہ لوگ اس نبی کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹے کو پہچانتے ہیں۔"

کبھی کسی کو اپنے بیٹے کے پہچاننے میں بھی اشتباہ ہوا ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے؟ اندھیرا ہو یا دور سے نظر آئے تو کچھ اشتباہ ہو سکتا ہے کہ حد نظر وہاں تک نہیں پہنچتی یعنی جس طرح اپنے بیٹے کو پہچاننے میں ان کو کوئی اشتباہ نہیں ہوا' اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شناخت میں بھی ان کو کوئی اشکال نہیں تھا لیکن اس کے باوجود صرف دنیاوی مفادات اور دنیاوی خواہشات کی بناء پر نہیں مانا' اس سے اللہ کی پناہ!

آدمی حق کو حق سمجھ کر بھی نہ مانے اور باطل کو باطل سمجھ کر بھی نہ چھوڑے اس سے اللہ کی پناہ!

دو روشنیوں کی ضرورت ہے

اب یہاں پر مختصراً ایک بات اور عرض کردوں۔ اللہ تعالیٰ نے دو روشنیاں عطا فرمائی ہیں۔ ایک آدمی کے اندر کی روشنی اور ایک باہر کی روشنی۔ یہ دونوں روشنیاں ملتی ہیں تو نظر آتا ہے۔ اگر دونوں میں سے ایک نہ ہو تو نظر نہیں آتا' آنکھوں کی روشنی بھی ہو جو اندر کی روشنی ہے اور باہر کی روشنی بھی ہو' سورج نہ ہو تو چاند کی روشنی ہے' لائٹوں کی روشنی ہے' موم بتی کی روشنی ہے' چراغ کی روشنی ہے' جیسی روشنی ہو یہ دونوں روشنیاں ملتی ہیں' یعنی اندر کی روشنی اور باہر کی روشنی تو راستہ نظر آتا ہے اور چیزیں نظر آتی ہیں' ان میں سے ایک ہو اور ایک نہ ہو تو دکھائی نہیں دیتا۔

ٹھیک اسی طرح ایک آدمی کے دل کی روشنی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی ہدایت کی روشنی ہے۔ یہ دونوں ملیں گی تو راستہ نظر آئے گا' تمہاری اپنی عقل وبصیرت سے راستہ کبھی بھی نظر نہیں آئے گا' جب تک اس روشنی کو آفتاب نبوت کی روشنی کے سامنے نہیں رکھو گے اور آفتاب نبوت کی روشنی بھی راہ دکھلانے کے لیے کافی نہیں ہوگی' جب تک کہ تمہارے دل کی آنکھیں کھلی ہوئی نہ ہوں۔

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين